خطبات
آل انڈیا سنی کانفرنس
۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء
محمد جلال الدین قادری
مکتبہ رضویہ گجرات

میثم قادری

خُطباتْ

آل اِنڈیا سُنّی کانفرنس

سنہ ۱۹۲۵ء — تا — سنہ ۱۹۴۷ء

دو قومی نظریہ اور تحریکِ پاکِستان میں عُلمائے اہلِ سُنّت کے اِجتماعی کردار کی تاریخی دستاویز،

محمّد جلال الدّین قادری

مکتبہ رضویّہ ○ گجرات

کتاب ــــــــــ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس
مرتب ــــــــــ محمد جلال الدین قادری
کتابت ــــــــــ سعید احمد
پروسس ــــــــــ حافظ پروسس، چوک انارکلی، لاہور
صفحات ــــــــــ ۳۴۸
طباعت بار اوّل ــــــــــ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ، ستمبر ۱۹۷۸ء
تعداد ــــــــــ ایک ہزار
ناشر ــــــــــ مکتبہ رضویہ، گجرات
مطبع ــــــــــ پرنٹکس، دربار مارکیٹ، لاہور
قیمت ــــــــــ ۲۱ روپے

ملنے کا پتا

۱ مکتبۂ رضویہ، ریلوے روڈ. گجرات
۲ شرکت حنفیہ (لمیٹڈ) گنج بخش روڈ۔ لاہور
۳ رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا صاحب۔ لاہور
۴ عظیم پبلی کیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۹۶، لاہور

فہرست

اسی فراست ایمانی کی بدولت اہلِ سنّت کے عظیم رہنما، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۸۹۷ء میں اور اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں ۱۹۲۰ء[1] میں جو کچھ فرمایا، وہی دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کی فریب کاریوں سے بروقت متنبہ کیا۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں :۔

"فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ میں دو قومی نظریہ کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اسی سال فاضل بریلوی رحلت فرما گئے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں ان حضرات نے اپنا کام شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔"[2]

---

[1] دو قومی نظریہ کا تصور ۱۹۲۰ء میں ہی پختہ ہو چکا تھا اور کانگریسی و سُنّی علماء کے درمیان زیرِ بحث رہتا تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب خالد لطیف گابا اپنی کتاب "مجبور آوازیں" میں لکھتے ہیں :۔

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کا مصنّف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے"۔ مجبور آوازیں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰، ہفت روزہ افریشیا لاہور ۲۴ - ۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء

نوٹ : تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس طرح قرآن و

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نازک دور میں مسلمانوں کی صحیح اور بروقت رہنمائی فرمائی جبکہ بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کا شکار ہو چکے تھے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال اور خود قائداعظم بھی ابھی تک ہندو مسلم اتحاد کی مضرت کا نکتہ نہ سمجھ پائے تھے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ان کی کوششیں بھی اس قسم کے اتحاد کے لئے موقف تھیں۔ مسلم قومیت کے علمبردار (فاضل بریلوی) کی یہ درد بھری مخلصانہ رہنمائی ہی تھی، جس سے متاثر ہو کر مذکورہ حضرات بھی آپ کی اور آپ کے تلامذہ و خلفاء کی کوششوں سے دو قومی نظریہ کے حامی و مؤید بن گئے۔

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع (م ش) نے اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے :۔

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا، اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔۔۔۔۔۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ ۲۲ سے آگے)

سنت کی روشنی میں امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریہ مدلل طور پر بیان کیا، اس وقت کوئی دوسرا رہنما آپ کا سہیم و شریک ہو۔ (مرتب)

[2] فاضل بریلوی اور ترکِ موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۶۷

کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ ٹوٹا کہ غیر اسلامی
عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت نامساعد حالات
میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔" ؎۱

جناب م بش کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی
کی خدمات کا اعتراف اب ہر غیر جانبدار مورخ کر رہا ہے۔ اعترافِ حقیقت
کے ان بیانات میں مشہور مورخ اور کالم نگار (نوائے وقت) جناب میاں عبدالرشید
صاحب کا بیان خصوصی توجہ کا مستحق ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and followers, including Ulema and spiritual leaders, rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam....." ؎۲

ترجمہ:۔ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی
کی کوششیں بارآور ہوئیں، اور علماء کرام و پیران عظام سمیت، آپ کے پیروکار
اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس
طرح قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے
کسی طرح کم نہیں۔

؎۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ جون ۱۹۶۸ء

؎۲ (Islam in Indo-Pakistan Subcontinent: Lahore-1977, Page: 67)

دو قومی نظریہ کے داعی کی حیثیت سے امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات
سے اکابر متاثر ہوئے۔ اثر اندازی کی اس حقیقت کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح
بیان کیا ہے:۔

"پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے، جو پہلے
ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے
تھے، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ
رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا اس لئے ظن غالب ہے کہ علامہ
کے افکار و خیالات میں ان دونوں ماخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے
میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" ؎۱

اس مختصر پس منظر کی روشنی میں یہ بات تاریخی حقیقت بن کر ابھرتی ہے کہ حضرت
مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بعد دو قومی نظریہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے
پیش کیا، یہی نظریہ قیام پاکستان کی اساس بنا۔ علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ
دسمبر ۱۹۳۰ء میں کیا، لیکن اس سے تقریباً چھ برس قبل اوائل ۱۹۲۵ء میں اسی ضرورت کا احساس
"آل انڈیا سنی کانفرنس"، مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ نے دلایا۔ حضرت سید محمد
محدث کچھوچھوی (م ۱۹۶۳ء) نے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے موقع پر فرمایا:۔

"دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر
اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان
میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے

؎۱ فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۹

صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے۔" سلہ

حضرت سیّد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین
مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) کی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہند کی جس تجویز کا ذکر کیا ہے،
۱۹۳۲ء میں بمبئی میں ہندوؤں کے الگ محلوں اور بازاروں میں محدود ہونے کی خبر
پر آپ کی طرف سے تقسیم ہند کی تجویز غالبًا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو آپ کی
سیاسی بصیرت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے تقسیم ملک ——— بلکہ مطالبہ
تقسیم سے پہلے جو کچھ فرمایا، وہ کتنا صحیح تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

"بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں
سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لے جائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ
طرزِ عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے
دشمن قرار دیے جائیں۔ یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت
اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے
حدود علیحدہ کرلیں تو مسلمانوں کو یقینًا اُن کے محلوں میں جانے اور اُن کے
ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہئے۔ دونوں اپنے اپنے حدود
جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کرلیں، یعنی
ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ
باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اُسی علاقہ والوں
کی حکومت ہو۔ مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں

سلہ خطبہ صدارت جمہوریۃ اسلامیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۱۲،
دبدبہ سکندری رام پور ۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء، ص ۵

کی۔ اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی نہ
کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہے گا۔
ہر فریق اپنے حدود میں آرام کی زندگی گذار سکے گا۔ جب ہندو ذہنیت
نے بمبئی میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت کا مسئلہ اس
اصول پر نہ طے کیا جائے۔" سلہ

اگلے صفحہ پر ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد کے اس تاریخی شمارہ کے ایک صفحہ
کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

سلہ ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شوال المکرم ۱۳۵۰ھ فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۳، ۱۴،
اعلحضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت: سیّد نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۸

نہ آنے دیا اور اتحاد کا نشہ ہندوؤں کی بے نہایت سفاکیوں سے ذرا بھی کم نہ ہونے پایا۔
سیاسی مقاصد جن کے لیئے مسلمانوں کے خونوں کے سمندر بہہ جانا بھی خوشی سے گوارا تھا انھیں ہندوؤں نے اتحاد کی کہاں تک رعایت کی اور مسلمانوں کے حقوق کو کس فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا یہ اسقدر ظاہر ہے جسکے بیان کی حاجت نہیں ہر قوم ترقی چاہتی ہے اپنی آزادی چاہتی ہے اپنے اختیارات اور آسائش میں اضافہ چاہتی ہے اس کے لیئے جنگ کرتی ہے خونریزی کرتی ہے ملک کا برباد کرنا معاش کا فاسد کرنا تجارتوں کا تباہ کر ڈالنا سب کچھ گوارا کرتی ہے مگر اپنے نفع کو نہیں چھوڑتی ہندوؤں کا بھی یہی مطمح نظر ہے مگر وہ مسلمانوں کے لیئے اپنے حفاظت حقوق کے بھی روادار نہیں اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اتنا تو اطمینان دلادو کہ ہمارا مستقبل خطرات سے امین رہیگا تو اس پر ہندو قوم بگڑ جاتی ہے اور کسی طرح مسلمانوں کو مطمئن کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور مفاہمت کی کوئی صورت نہیں بنتی مجلسیں ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا تو اب وہ مزعوم اتحاد جسکا سیاسی حدود میں بھی نام و نشان نہیں ہے کہاں بستا ہے بمبئی کی تازہ ہندو مسلم جنگ اس اتحاد کا شاہد اس اتحاد کا ثبوت بن سکتی ہو۔ اس اتحاد کے اتنے ہی معنے ہیں کہ ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو قتل کر لیا کریں اور مسلمان یہ کہا کریں کہ ہم تو اتحاد کی وجہ سے زبان بھی نہیں ہلا سکتے جاہے مارو یا خون بہاؤ دوستی کا دم بھرا ہے تو اف بھی نہ کریں گے مگر اس جنگ کے سلسلہ میں ایک سبق خوب ملا جس سے فائدہ اٹھایا جائے تو وہ عقدہ بآسانی حل ہو سکتا ہے جسکی تدابیر میں ملک کے بڑے بڑے مسلم اصحاب رائے عاجز رہے وہ یہ کہ بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لیجائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال یہ تجویزیں یہ طرز عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دئیے جائیں یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً انکے محلوں میں جانے اور انکے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہونگی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہیگا

یہ ہے دو قومی نظریہ ـــــ نظریہ پاکستان ـــــ کے سفر کی مختصر داستان، جو علمائے اہل سنت کی کوششوں سے واضح ہو کر مقبول عام ہوا۔ اور جس کی وجہ سے اکثر اکابر کے خیالات میں انقلاب رونما ہوا۔

قرارداد پاکستان بلاشبہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں منظور کی گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت مسلم لیگ میں کون لوگ تھے، جن کی شمولیت اور تحریک سے "مسلم لیگ" اسم بامسمیٰ اور جاندار سیاسی جماعت بن گئی۔
اس سوال کے جواب کے لئے حضرت سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:۔

"مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف "سنی" ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات (امین الحسنات) صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا[1] لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی ہے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے؟"[2]

---

[1] "دستور پاکستان کے متعلق قائداعظم نے نومبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کو خط میں صاف صاف لکھا کہ: "اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون ساز جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی، پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے"۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرارداد پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۳۹ء میں مولانا عبد الستار خاں نیازی نے قائداعظم کی خدمت میں خلافتِ پاکستان تجویز پیش کی قائداعظم بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا، اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔[1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس ہوا، جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی، یہی قرارداد بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم لیگ کے اسی اجلاس میں سُنّی علماء و مشائخ نے بھی حصہ لیا، اور قرارداد کے حق میں تقاریر کیں۔ قرارداد کی تائید میں سُنی علماء کی طرف سے تقریر کرنے والوں میں مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔[2]

مطالبۂ پاکستان کے اسی اجلاس میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سرگرم رکنوں میں تھے[3] مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تشریف فرما تھے[4] ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر ملت علی پوری نے حسب ذیل تہنیتی تار قائداعظم کو دیا، اور اپنی مکمل تائید کا یقین دلایا کہ "فقیر معہ لوکروڑ جمیع اہلِ اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارک باد دیتا ہے، اور آپ کی ترقی مدارج

---

[1] ماٰثر الاجداد: پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۴۱، ۴۰۳، ۴/ بحوالہ اکابر تحریک پاکستان ص ۱۲۴۔

[2] مولانا عبدالحامد بدایونی پر ایک نظر" از امام سید امیر علی / بحوالہ تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۵، قائداعظم کے ۲، سال خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۴

[3] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء

[4] حضرت شیخ القرآن: رانا منظور احمد خاں ایم اے مطبوعہ وزیر آباد ۱۹۷۱ء، ص ۳۷

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے آگے)

"پاکستان کا منشورِ آزادی" ص ۱۹ (بحوالہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۷۴ء، ص ۷۴)

[2] الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۸

کے لئے دعا کرتا ہے[1]

مطالبہ (قرارداد) پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی علمائے اہل سنت نے اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ اور اپنی تمام تر توجہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے وقف کر دی۔ تعلیمی و مذہبی مدارس، خانقاہوں، عرس کے مبارک موقعوں، مذہبی جلسوں اور سُنیت کے ترجمان اخبار و رسائل ——— غرض ہر مقام سے پاکستان کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ ——— قیامِ پاکستان کے لئے ان حضرات کے دل میں جو تڑپ اور والہانہ لگاؤ، عشق و جنوں کی حد تک تھا، روز روشن سے زیادہ عیاں ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ تقسیم ملک سے قبل ہندوستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "الفقیہ"، امرتسر کے سرورق کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں، جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔ سواد اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مذکورہ ترجمان نے ۱۹۴۳ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ لفظ (پاکستان) کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا تکرار حکومت برطانیہ کے غضب کو دعوت دینا تھا۔ اور بالخصوص صحافت کی دنیا میں، جہاں معمولی سی بات پر بھی ضمانت طلب کی جاتی اور ضمانتیں ضبط ہونا تو روز مرہ کا معمول بن چکا تھا۔ مذکورہ اخبار اپنے سرورق پر امرتسر (پاکستان) لکھتا رہا۔

---

[1] تذکرہ شاہ جماعت: سید حیدر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۹۹

تار کا پتہ:- "الفقیہ" امرتسر ٧٨٦ رجسٹرڈ نمبر ایل ١١١٩

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ارگن
الفقیہ امرتسر (پاکستان)
فی پرچہ ٢/
ہر انگریزی ماہ کی ٧-١٤-٢١-٢٨ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے
شرح چندہ: سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر للعہ، ششماہی ر ر ر عا، سالانہ بذریعہ وی پی للعہ، ششماہی ر ر ر عہ، بیرون ہند سے سالانہ چندہ ٨ شلنگ یعنی صرف چھ روپے، وی پی چھ روپے، نمونہ کا پرچہ ٢ کے ٹکٹ آنے پر
اغراض و مقاصد: (١) اہل اسلام کی عموماً اور احناف کی خصوصاً حمایت کرنا۔ (٢) فرقہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔ (٣) اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت۔ (٤) گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت
تاریخ اجرائے الفقیہ ٧ جولائی ١٩١٨ء
ایڈیٹر:- ابوالریاض معراج الدین احمد
جلد ٢٥ | مطبوعہ ٦/١٣ شعبان ١٣٦١ھ مطابق ٢١/٢٨ اگست ١٩٤٢ء یوم جمعہ | نمبر ٣١ و ٣٢

در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از منشی محمد کریم صاحب دیوبندی)

مرا مدینہ میں یا رب مقام ہو جائے — وہیں یہ عمر دوروزہ تمام ہو جائے
تیری جناب مقدس میں سرور عالم — قبول میرا درود و سلام ہو جائے
جو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پر — تو عاشقانِ محمدؐ میں نام ہو جائے
یہیں ہے دل سے بھروسا تری شفاعت پر — بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں — در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
طلب نہ باغِ ارم کی نہ خواہش جنت — عطا مجھے در خیر الانام ہو جائے
خدا کے واسطے اب تو نگاہِ لطف و کرم — ادھر بھی اے شہِ والا مقام ہو جائے
زباں سے کہتا ہوا لا الٰہ الا اللہ — کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ١٩٢٤ء لغایت ١٩٤١ء کے مکمل فائیل ایک ایک سال کے الگ الگ جو نہایت محنت اور جانفشانی سے اکٹھے کئے گئے ہیں قابل دید تحفہ ہیں جس سال کی ضرورت ہو منگوا لیں بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت فی سال علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ۔ جلد درخواست کرکے منگوا لیں ورنہ پچھتانا پڑیگا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع

سرکار علی پور مدظلہ العالی انشاء اللہ تعالیٰ ماہ شعبان المعظم کی ٢٤ و ٢٥ تاریخ کو آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہونگے۔

ایڈیٹر

الفقیہ پرنٹنگ پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام حکیم معراج الدین احمد پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر چھپا اور دفتر الفقیہ کٹڑہ باگھ سنگھ امرتسر سے شائع ہوا۔

تار کا پتہ:- الفقیہ امرتسر ٧٨٦ رجسٹرڈ ایل نمبر ١١١٩

ہندوستان بھر میں اہل السنت والجماعت کا واحد آرگن
الفقیہ امرتسر (پاکستان)
فی پرچہ ٣/
ہر انگریزی ماہ کی ٧-١٤ و ٢١-٢٨ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے
شرح چندہ: سالانہ بذریعہ منی آرڈر للعہ، ششماہی ر ر ر عا، سالانہ بذریعہ وی پی للعہ، ششماہی ر ر ر عہ، بیرون ہند سے سالانہ چندہ ٨ شلنگ یعنی صرف چھ روپے، وی پی چھ روپے، نمونہ کا پرچہ ٣ کے ٹکٹ آنے پر
اغراض و مقاصد: (١) اہل اسلام کی عموماً اور احناف کی خصوصاً حمایت کرنا۔ (٢) فرقہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔ (٣) اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت۔ (٤) گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت
ایڈیٹر:- ابوالریاض حکیم معراج الدین احمد
تاریخ اجرائے الفقیہ ٧ جولائی ١٩١٨ء
جلد ٢٧ | مطبوعہ ١٥/٢٢ رجب ١٣٦٣ھ ٧/١٤ جولائی ١٩٤٤ء یوم جمعہ | نمبر ٢٥/٢٦

خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہؒ

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ — سپہر دیں نبی کا اختر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
خدا کے بندوں پہ حصر کیا ہے نہ دیکھا چشم فلک نے اب تک — تمہارا ثانی تمہارا ہمسر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
قسم ہے دورِ قمر میں شہرہ تیری فقاہت کا چار سو ہے — تری فضیلت کا ذکر گھر گھر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
امام مالک۔ امام حنبل۔ بخاری و شافعی مقرر — مثالِ انجم ہیں تو ہے خاور امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
اٹھا دیا تختِ نجد جس نے جہاں میں اگر بر فروزِ شمشن — وہ ہے حبیبِ شفیعِ محشر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
اشاروں مہر و ماہ دونوں بتا رہے ہیں چمک چمک کر — ہے چرخ دیں نبی کا محور امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
تری بدولت ہوا منور رسول اکرمؐ کا دین ایسا — ہے چشم خورشید و دہر ششدر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
کلام حق کے سمجھنے والے۔ حدیثِ قدسی کے نکتہ داں ہو — خدا کی رحمت مدام تم پر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ

جلائے کردیگا خاک خواجہ ہر ایک نجدی کے دل جگر کو
ترے فضائل سنا سنا کر امامِ اعظم ابو حنیفہؒ

اطلاع

جن حضرات کے نام ٧/١٤ جولائی ١٩٤٤ء کے پرچہ الفقیہ میں منی آرڈر فارم بھیجا جاتا ہے ان کا سالانہ چندہ جولائی ١٩٤٤ء میں ختم ہے وہ براہ مہربانی آیندہ سال کیلئے عطیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے شکریہ کا موقعہ دیں۔ اگر کسی صاحب کو خریداری سے انکار ہو تو وہ ٥ اگست ١٩٤٤ء تک دفتر الفقیہ میں اطلاع بھیجدیں۔ ورنہ بعد انتظاری ٧/١٤ اگست ١٩٤٤ء کا پرچہ وی پی روانہ ہوگا جن کو وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا بعض حضرات بالکل خاموشی سے کام لیتے ہیں۔ دفتر سے ان کے نام بعد انتظاری منی آرڈر ایک ماہ کے بعد وی پی کئے جاتے ہیں جنکو وہ نہایت بیدردی کے ساتھ واپس کردیتے ہیں یا نوٹس وصول کرکے وی پی وصول نہیں کرتے ایسی حالت میں دفتر کو جارآنہ کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے